ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

تاریخ چھپائے اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی بہ ہادر قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

(۱) عوام سے عہ
(۲) خواص سے عمر
(۳) ہندوستان سے باہر سے
(۴) غیر مذاہب اور نو مستطیع احباب سے ۱۲

نمبر ۲۵ | قادیان دار الامان ۱۴ جولائی ۱۹۰۹ء مطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۲۷ ہجری المقدس | جلد ۱۳

ترجمۃ القرآن

اے پیغمبر بخدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

قرآن مجید کے مطالب اور معانی کو شائقین پر سمجھانیکیلئے یہ ترجمۃ القرآن کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ ہر مہینے کم از کم ایک پارہ ضرور شائع ہو جاوے۔ متن کے نیچے سلیس اردو ترجمہ دیا ہے اور ترجمہ ایسا معنی خیز ہے۔ کہ معمولی اردو خوان بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حاشیہ میں تفسیری نوٹ ہیں جن کو قرآن شریف کی عظمت اور دلائل نبوت کو پیش کرنا مقصود رکھا ہے۔ حقائق و معارف قرآنی کو ایسے طور پر بیان کرنیکی کوشش کیگئی ہے کہ موجودہ زمانہ کی فلسفی اور سائنس دان بھی مزا اٹھائیں۔ ترجمہ اور نوٹوں میں حضرت خلیفۃ المسیح کے درس قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود کی تصانیف کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس وقت تک تین پارے شائع ہو چکے ہیں

قیمت ہر سہ تین روپیہ

تفسیر سورۃ البقرہ کامل تین روپیہ چار آنے

تصوف کا خزانہ معرفت اور حقائق کا گنجینہ

(مکتوبات احمدیہ جلد اول)

حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پچیس سال پیشتر کے عجیب و غریب مکتوبات کا مجموعہ جو نہایت محنت اور کوشش سے جمع کر کے چھاپ گئے ہیں۔ یہ مکتوبات بڑے بڑے عظیم الشان مسائل تصوف کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک سیرت کے آئینہ ہیں۔ میں صداقت سے کہتا ہوں کہ کوئی ان کو پڑھے اور گرویدہ نہ ہو جاوے۔ یہ مجموعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور موتیوں کے برابر تولنے میں بھی سستا ہے باایں قیمت صرف ۱۲

دوسری جلد حضرت خلیفۃ المسیح کے مکتوبات سے جمع ہو رہی ہے اور جلد زیر طبع ہو گی میرے پاس کمرہ سامان جمع ہے۔

(تمام درخواستیں شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کے نام آنی چاہئیں)

(مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر چھپا)

اس تعلیم کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان

جس کا ماحصل یہ ہے کہ قومی جدوجہد اور اعانت صرف نیکی اور تقوے کے کاموں میں کرنی چاہیئے گناہ اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں ان کی اعانت مت کرو۔

قرآن مجید کی اس اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور مت کا مقابلہ کرو ان جھوٹی جھوٹی اور حب قومی کے نشہ میں سرشار دیوانوں کی کرتوتوں سے جن میں اپنی قوم کے فائدہ کیلئے دوسروں کو تباہ و ہلاک کرنا بھی عبادت اور نیکی کا کام قرار دیا گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایک گناہ بھی نیکی کا ذریعہ کس طرح بن سکتا ہے۔ بیگناہ کا خون بہانا کس رنگ میں بھی بہترین خدمت کیسے سمجھی جاسکتی ہے۔ ایسی دیوانگی کو فرزانگی سے علاقہ نہیں جہاں گناہ کا نام نیکی ہو۔

گناہ کا کفارہ کیا ہے؟ توبہ! توبہ کیا ہے؟ اپنی غلطی پر اطلاع پاکر اس سے صدق دل کی جانب رجوع کرنا اور پھر اصلاح کے منتظر [illegible] کرنا۔ قرآن کریم نے اس کی حضرت انسان کے حال اور آنا کی بھی تصویر کھینچی ہے [illegible] ہو جانا اور لغزشوں کا وارد ہو جانا اس لئے ہے کہ تا وہ اپنے عجز عبودیت اور عظمت الوہیت کو بھول نہ جاوے خطا کے بعد خشوع اور خضوع اور دلی ندامت اس کو پیدا ہوتی ہے تو اس سے حق تعالیٰ کی عظمت کا جو انکشاف اس کو حاصل ہوتا ہے بس یہی منشا ربانی توبہ ہے اور انسان کی انابت و رجوع کو قبول کرنا فضل و عطا ہے جس سے آریہ اور دیگر مذاہب محروم ہیں انہوں نے توبہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور اس لئے تائید سے محروم ہیں۔

خدمت قوم اور خدمت دین میں باخلاق فی الدین ایک ایسی شئے ہے جو تمام کامیابیوں کی جڑ ہے اگر ہم اسی تعاون اور محمود اور صلح خواہی کے خیال سے کوئی کام کرتے ہیں اور اپنی قربانی کی داد چاہتے ہیں تو ہمارا مقصود خدا نہیں بلکہ خواہش اور غرض ہے جس کے پیچھے راہ راست کا بت رکھا ہوا ہے جس کے ہم پوجاری بنجاتے ہیں۔ اس لئے خدمت دین میں انبیاء علیہم السلام کا طریق اور اسوۂ بہترین اسوہ ہوا کرتا ہے جسے ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہیئے۔

ابھی سے سوچنا چاہئے

مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میری بات پر کوئی ہنستا ہے یا اس سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے میں اپنے خیال اور سمجھ کے موافق جو بات قوم کیلئے ضروری اور مفید سمجھتا ہوں کہدیتا ہوں۔ اگر وہ مفید ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اگر وہ مضر ہو تو اس کی مضرتوں سے قوم کو اطلاع دینا قوم کا فرض ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کوئی مفید صورت اس کی نظر میں ہو تو اس کو پیش کرنا مناسب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی ہی میں اس ضرورت کو محسوس کیا تھا کہ ہماری جماعت میں سے کچھ لوگ اس قسم کے ہوں جو سلسلہ کی تمام کتابوں کو یاد رکھیں اور ضرورت کے وقت وہ کام دے سکیں۔

اسی مطلب کے لئے آپ نے ایک مرتبہ کچھ کتابیں مقرر کرکے امتحان بھی لیا تھا۔ مگر بعض وجوہات اور اسباب کی بنا پر وہ امتحان نہ ہو سکا پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا مگر یہ تجویز کچھ بھی کسی وجہ سے معرض التوا ہی میں رہی۔ لیکن ہر دن کی ضرورتیں بتلا رہی ہیں کہ جب تک ایک جماعت اس کام کے لئے تیار نہیں ہوگی ہم اپنے مقاصد اشاعت اسلام اور تبلیغ سلسلہ میں بہت پیچھے رہیں گے۔ علاوہ تبلیغی سلسلہ کی ضرورت ہے مگر اس کیلئے جب آدمیوں کی تلاش کیجاتی ہے تو مشکل پیش آتی ہے۔ انگریزی زبان میں عام طور پر تقریر کرنے والوں کی . . . تعداد تو بہت ہی تھوڑی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ میرے مکرم بھائی مولوی محمد علی صاحب انگریزی میں لکھنے والے خاص زبان پر قدرت رکھتے ہیں اور ایسا ہی مولوی شیر علی صاحب بی اے۔ جو کچھ عرصہ سے ریویو کی ایڈیٹری کر رہے ہیں عمدہ لکھنے والے ہیں اور بھی کئی عمدہ [illegible] ہیں۔ وہ ہیں لیکن یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کام کیلئے وقت کے وقف میں زندہ نہیں ویسے میری کبھی کبھی کھلی کھلی کوری کوری باتیں بعض لوگوں کو ناگوار معلوم ہونگی اور شاید وہ یہ بھی سمجھیں کہ قوم کو بے شمار [illegible] کے حصہ میں آگئی ہے مگر بات جو سچی ہے کہنی ہے۔

ریویو انگریزی کو آٹھ سال ہوچکے ہیں [illegible] کالموں میں کتنے انگریزی [illegible] ان بزرگوں کے علاوہ ہیں شائع ہوئے مولوی شیر علی صاحب تو ابھی پچھلے [illegible] کے زمانہ میں بھی یہ خدمت کرتے رہے اور اب ایک عرصہ سے وہ قریباً مستقل طور پر کام کر رہے ہیں اور جناب مولوی محمد علی صاحب کا تو فرض ہی تھا۔ اس کے علاوہ ان بزرگوں کے نام لینے چاہئیں جنہوں نے میگزین میں قلم اٹھایا ہو۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو شاید دو تین نام بھی بمشکل نکلیں جنہوں نے آٹھ سال کے عرصہ میں کوئی آرٹیکل لکھا ہے۔

پھر دو اخبارات موجود ہیں ان میں لکھنے والوں کی جو تعداد ہے وہ ظاہر ہے الحکم تو بے وقت نکلنے والا پرچہ ہے اور [illegible] الحکم کا یہ خیال [illegible] سال گذشتہ جلسہ پر بدر کی طرف سے ایک بڑا اشتہار تعلیم

ایک بڑا اشتہار تقسیم کیا گیا تھا جس میں یورپ کی **خوبی** اور **عظمت** کے اظہار کے لئے اسکے کارپرداز تبلیغ ایڈیٹر جناب خواجہ کمال الدین صاحب احمد ڈاکٹر صاحبان ظاہر کئے گئے تھے مگر سوال یہ ہے کہ ان بزرگوں کی طرف سے کتنے مضامین شائع ہوئے۔ اگر انہوں نے باقاعدہ مضامین لکھنے کا عزم نہیں کیا تھا تو اس نمائش کی کیوں ضرورت سمجھی؟

یہ قومی ضرورتوں کے عدم احساس کا نشان ہے اس کے **اسباب** اور **وجوہ** جو کچھ بھی ہوں ہمکو ان کو سوچنے چاہئیں۔ اور ان روکوں کو اپنی راہ سے دور کرنے کے لئے کوشش کرکے خدا تعالیٰ سے فضل و برکت کی دعا کرنی چاہئے۔

غرض ایسے لوگوں کی بہت بڑی ضرورت ہے جو سلسلہ کے لٹریچر سے واقف ہوں جو **قلم** اور **زبان** سے کام لے سکیں اور غیر **مذاہب** کے حملوں کے جواب کے لئے ایک استعداد پیدا کر سکیں۔

میری دانست میں اس کے لئے مناسب راہ یہی ہے کہ باقاعدہ استعمال ہوا کریں۔ اور جو لوگ اس مقصد میں مفید ثابت ہو سکیں ان سے کام لیا جاوے۔ اور اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اگر بعض کاموں کو التوا میں رکھنا پڑے تو پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

اس سال کے سالانہ جلسہ سے پہلے یہ سوال طے ہو کر کوئی عملی کام شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ میں ایک ضرورت قوم کے سامنے رکھدوں۔ بزرگان قوم کا فرض ہے کہ معاملہ پر غور کریں۔ اور اگر وہ ضرورت واقعی ہو تو اس کے پورا کرنے کی فکر کریں۔ اس قسم کے مضامین جو **قومی بیداری** اور احساس کی غرض سے لکھے جاتے ہیں ان پر توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے بہتر ہے کہ مقامی انجمنیں اور اہل الرائے لوگ ایسی ضرورتوں پر غور کریں اور مختلف تجویزیں جو عملی طور پر کارآمد ہو سکیں اخبارات میں پیش کریں اور پھر جب ایک متفق نتیجے پر قوم پہنچ جاوے تو ایسے حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کے حضور بغرض منظوری پیش کرکے اس کے عملی پہلو کو اختیار کریں۔ یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں **وحدۃ** سے اور اسی کی آج بڑی ضرورت ہے اور میں تو دیکھتا ہوں کہ حضرت **امام وحدت** کی ضرورت پر آجکل اسقدر متوجہ ہیں کہ وہ اپنے مخدوم و محسن امام کی طرح ہر بات میں **وحدت** کے مسئلہ پر کلام کرتے ہیں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر سلسلہ کلام میں وفات مسیح کا ذکر فرماتے تھے میں سمجھتا ہوں کہ گویا قوم کے قوم بننے کا یہ وقت آیا ہے اور اس **خلافت** کا عظیم الشان کام یہی ہوگا جو تمام فیوض اور برکات کا بنیادی پتھر ہے۔

ہمیں اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کے اعتراف میں وسیع حوصلہ رکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کرنے اور چشم پوشی کیلئے اس سے بھی زیادہ باحوصلہ ہونا ضروری ہے اگر یہ باتیں ہم میں پیدا ہو جائیں اور **نزاع** اور **لفاظی** ہی نہ ہو تو فی الحقیقت ملائک ہم سے مصافحہ کریں اور خدا کی نصرتیں ہمارے ساتھ ہوں میں اس تحریک میں اپنے آپ کو کامیاب سمجھوں گا اگر ایک آدمی بھی اس پر اپنی آواز بلند کرے کہ ہاں اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہو تو ہمیں مشتبہ کہ قومی ضرورتوں کا احساس ہے۔

زلزلہ

رکیں لکھتا ہے "افسوس ہے کہ زلزلے روز بروز شدت اختیار کرتے جاتے ہیں اور ہر حصہ دنیا میں انکی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے چند ماہ قبل فرانس میں بہت سی جانیں اور مکان زلزلہ کے باعث تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور اب ہیگ والا صدر ہالینڈ میں ایک سرکاری مراسلہ بدیں مضمون وصول ہوا ہے کہ مقام کورنجی علاقہ بالائی پدانگ واقع جزیرہ سماٹرا میں ۴ جون کی شب کو زلزلے کے سخت جھٹکے محسوس ہوئے اور اس کے ساتھ ہی سمندر بھی چڑھ آیا جس کا ہولناک نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۳۰ آدمیوں کی جانیں ضائع ہوئیں ہزاروں مکان گر پڑے اور سینکڑوں آدمیوں کے چوٹیں آئیں جزیرہ کے حکام نے آفت زدوں کی امداد کا فی الفور سامان کیا مگر سینکڑوں جانوں اور لاکھوں روپے کے نقصان کی کسی طرح تلافی نہیں ہو سکتی زیادہ صدمہ یہ خیال کرکے ہوتا ہے کہ جزیرہ جاوا اور سماٹرا اور بورنیو کی آبادی زیادہ تر مسلمان پرستش ہے اور ساحلی مقامات پر قریب قریب وہی آباد ہیں اس لئے زلزلہ میں خدانخواستہ انہیں کو سب سے بڑھ کر نقصان پہنچا ہوگا"

یہ واقعات عبرت کے لئے کافی ہیں مسلمان **حجت نیرہ** کے نیچے ہیں کاش وہ غور کریں۔

میر ناصر نواب کا چندہ اس سے یہ مراد نہیں کہ میر صاحب کیلئے کوئی چندہ کیا جاتا ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ وہ چندہ جو میر صاحب مسجد، ہسپتال اور دار الضعفاء کیلئے کر رہے ہیں ساڑھے پانسو روپیہ سے زیادہ نقد جمع ہو چکا ہے اور ابھی بہت بڑی رقم جمع کرنی باقی ہے باہر کے بھی بعض دوستوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے چنانچہ ابھی میرے ایک مکرم بھائی منشی ہاشم علی صاحب نے سرو بنگلہ سے پانچ روپے بھیجے ہیں منشی ہاشم علی صاحب سلسلہ کے دعوتی میں چندہ دینے میں ایک بے نظیر آدمی ہیں الحکم کے وہ مربی ہیں اور ان کو اس قسم کا عشق ہے اسکی اشاعت میں انہوں نے اعلیٰ حصہ لیا ہے چندہ میں سب سے پہلے انکی آواز ہے قادیان ریویو کی تحریک پر مستقل چندہ میں ایک حصہ دینے کے لئے سب سے پہلا ان ہی ہے غرض مسابقت بالخیرات میں کسی چندہ میں بھی پیچھے نہیں رہے ہمیں بہت ہے ہاشم علی سلسلہ ہیں اللہ تعالیٰ سب کے دل میں اس ضرورت کا احساس پیدا کرے کہ وہ قومی ضرورتوں کو سمجھ سکیں۔

ضمیمہ الحکم مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۰۹ء

دہلی کی حالت زار

نمبر (۲)

گزشتہ اشاعت میں میں نے بتایا ہے کہ دہلی کے مسلمانوں کی اس جماعت کو جو مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے کچھ کام کر رہی ہے کس طرح بدنام کیا جاتا ہے۔

انسانی کاموں میں ہمیشہ اصلاح کی گنجایش ہوتی ہے مگر اصلاح کیلئے نیک نیتی سے مشورہ دینا اور بات ہے اور بدنام کرنے کے لئے حیلے تلاش کرنا نہایت ذلیل حرکت ہے۔

کرزن گزٹ میں جو سلسلہ مضامین کا شروع کیا گیا ہے اسکی غرض و غایت اصلاح نہیں ہے بلکہ اسکی غرض ان شرفاء دہلی کو بدنام کرنا ہے جو زمانہ کی ہوا کو شناخت کر کے دہلی جیسے شہر میں مسلمانوں کی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں اور جو اپنے اس مقصد میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ انکا رسوخ اور اثر مسلمانوں اور گورنمنٹ پر قابل اطمینان ہے جو خود کرزن گزٹ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے وہ لکھتا ہے کہ

= انہیں میں ایک خاص گروہ نے عرصہ قریب کا مسلمانوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے اور ہم اسکے اقتدار اور رسوخ سے گورنمنٹ تک کی آگاہی رکھتے ہیں۔

جو امر قابل تعریف تھا اسے برے معنی میں ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس جماعت اور گروہ کو مسلمانوں پر اتنا رسوخ اور اقتدار حاصل ہوا کہ مسلمانوں کے سچے قائم مقام اور معتمد علیہ ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے اور غالباً یہ اقتدار اور رسوخ ہی ہے جو لوگوں کے لئے باعث حسد و جلن ہے اور جو شہرت اور حکومت کے دلدادہ اور آرزو مند ہیں مگر یہ باتیں نہ دولت کے سر آتی ہیں نہ علم سے۔ نہ کسی حیلہ اور مکر کیونکہ کسی تحریر اور تقریر کے لئے ضرورت ہے ہمدردی کی اصلی اخلاق کی۔ جس فرد یا سوسائٹی میں یہ باتیں ہونگی عوام اسکی طرف ضرور توجہ کرینگے۔ اور عوام کا متوجہ ہونا گورنمنٹ کو توجہ دلا سکتا ہے۔ یہی لوگ گورنمنٹ کے نزدیک پبلک کے سچے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔

مرزا حیرت صاحب نے اس پارٹی کو بدنام کرتے ہوئے اس بات کی بھی پروا نہیں کی کہ وہ حکام دہلی کو بھی بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں بلکہ کھلے الفاظ میں کہتے ہیں کہ حکام کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، تعجب کی بات ہے کہ حکام دہلی کو تو ان جماعتوں کی کارروائیوں کا علم نہ ہو جو دہلی کے مسلمانوں کے قائم مقام کر رہے ہیں اور مرزا حیرت صاحب ہی ایک ایسے وجود ہوں جو ان کرتوتوں سے واقف ہوں؟ اصل بات یہ ہے کہ مرزا حیرت صاحب کی اسلامیہ کمپنی کے مقدمات کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور کمپنی کے اسرار طشت از بام ہو گئے ہیں اسوقت سے مرزا صاحب نے یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ فریق ثانی کی مدد کرتے ہیں انکو بدنام کرنے کی قابل تعزیر کوشش شروع کر رکھی ہے اور بار بار ایک ہی بات دہراتے چلے جاتے ہیں لیکن اگر حاذق الملک یا کسی اور شخص کو بدنام کر کے جیسے مرزا حیرت صاحب پر لگائے ہوئے الزامات دور ہو سکتے ہیں تو بلا سے یہ لوگ ایثار نفس سے کام لینگے۔ اگر انکو گالیاں دیکر بھی کسی شریف آدمی کا پیٹ پل سکے تو یہ خاموشی سے سن لینگے

مگر سنو! حیرت صاحب بیشک دہلی میں مسلمانوں کی حالت پہلے ہی قابل رحم ہو رہی ہے خصوصاً آپکے شہر میں اسلام اور مسلمانوں پر جو حملے ہو رہے ہیں وہ دل کو جلا دینے والے ہیں آہ! ان لوگوں کو آپ دشمن اسلام تصور کریں جو مسلمانوں کی حمایت کیلئے اپنا وقت اور ضرورتاً روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ بار بار یہ کہنا کہ اوقاف پر قبضہ کر رکھا ہے نہایت شرمناک بات ہے۔ کیا ان لوگوں کے اپنے ذاتی کاروبار نہیں۔ پھر اگر وہی وقت جو ان قومی کاموں میں یہ لوگ صرف کرتے ہیں اپنی ذاتی کاروبار میں لگائیں تو انکی ذات کے لئے زیادہ مفید اور بابرکت نہیں ہو سکتا؟ بجائے اسکے کہ آپ لوگ انکا احسان مانیں انہیں مورد الزام بناتے ہیں یہ احسان فراموشی ہے۔ اور اسکی تہ میں ذاتی اغراض کام کر رہے ہیں۔

مجھے آپسے بحیثیت ایک ہم عصر اور انسان کے ہمدردی ہے اور ایسا ہی مسلمانوں سے بحیثیت مسلمان محبت ہے۔ ہر چند آپ اور وہ . . . . . ہمارے ساتھ مذہبی فروعی اختلاف رکھتے ہیں مگر میں اسکو سخت درجہ کی حماقت اور خود غرضی بلکہ دنائت سمجھتا ہوں کہ قومی مشترکہ کاموں میں ہم ایک دوسرے کی مخالفت کریں اور اصلاح کے نام سے دوسروں کو بدنام کر کے خود دخیل بننا چاہیں۔

یہ راہ راہ ترکستان ہے۔ راہ حجاز نہیں۔ حجاز ریلوے کے چندہ کی فہرست ایک وقت کرزن گزٹ میں کھولی گئی میں آپ پر ظنی نہیں کرتا مگر کیا اسکا حساب اب بھی آپ کرزن گزٹ میں شائع کر سکتے ہیں؟ روحانی مدرسہ

کے چندہ کے لئے اپنے اشتہار دئے - میں آپسے پوچھتا ہون کہ کبھی آپنے اسکی حساب کی کوئی فہرست شائع کی ؟ جبکہ خود آپکے متعلق معاملات کی حالت یہ ہو تو دوسرون پر نری نکتہ چینی کہانتک مناسب اور درست ہو سکتی ہے - ؟

میں دیکھتا ہوں کہ منشی ذکر الرحمان صاحب بی - اے - اس معاملہ میں خصوصیت سے دلچسپی لیتے ہیں -

مینے اُنکی راؤں اور تحریروں کو نہایت غور سے پڑھا ہے وہ بتاتے ہیں کہ اوقاف دہلی کی آمدنی ماہواری تقریبًا آٹھ نو ہزار روپیہ ہے لیکن ناتجربہ کار اور نا اہل منتظمین کے خراب انتظام کیوجہ سے یہ تمام روپیہ ضائع جاتا ہے اور کسی نیک اور مفید کام میں صرف نہیں کیا جاتا - "

اوقاف دہلی کی آمدنی کے متعلق صحیح تخمینہ میں نہیں بتا سکتا البتہ میں کوشش کرونگا کہ اُسکی آمدنی اور مصارف کا علم ناظرین کو دے سکوں - مگر منشی ذکر الرحمان صاحب کا یہ کہنا کہ ناتجربہ کار اور نا اہل منتظمین کے خراب انتظام کیوجہ سے یہ تمام روپیہ ضائع جاتا ہے اور کسی نیک اور مفید کام میں صرف نہیں کیا جاتا" پوری ناتجربہ کاری پر مبنی ہے انکا گر بجویٹ ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ تجربہ کار بھی ہیں مگر میں انسے ادب کے ساتھ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان ناتجربہ کار اور نا اہل منتظمین میں انکے محترم مکرم بھی داخل ہیں یا نہیں ؟ امید ہے کہ وہ سوچکر جواب دینگے ؟ اور کیا اگر انکے والد ماجد کو اس کمیٹی کے ممبروں کے زمرہ میں داخل کر لیا جائے تو ساری کمیاں پوری ہو جاینگی - ناظرین سارا راز فقط اسی ایک امر کا ہے - دہلی سے باہر کی اسلامی دنیا میں کوئی اس راز سے واقف نہیں جو آج افشا ہوتا ہے - کیا منشی ذکر الرحمان صاحب اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر اور اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر یقین کرکے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے والد کو ممبر بنانے کیلئے یہ سارا آڈمبر نہیں کہڑا کیا ؟ وہ قومی کاموں کے ایسے ہی دلدادہ اور مسلمانوں کے ایسے ہی بہی خواہ ہیں تو کیوں کوئی قومی خدمت بلا معاوضہ نہیں کرتے اسلئے کہ خدا تعالیٰ نے انکو کہانے کیلئے دے رکھا ہے کیا انکی ساری قابلیت اور دانشمندی کا نچوڑ یہی ہے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو پراگندہ کریں اور کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی کی بجائے انکو بدنام کریں اور یہ سب کچھ کیوں کہ والد ماجد ممبر ہو جائیں -

بس یہی وہ غرض اور غایت ہے جسکو اصلاح طلب فریق کی اصلاح کا مقصد عظمیٰ کہنا چاہئے، اور یہ حقیقت ہے اصلاح طلب فریق کی -

اصلاح طلب فریق نام رکھکر مسلمان کمیونٹی کو مغالطہ میں رکھا جاتا ہے - اور کام کرنیوالوں کو ناتجربہ کار اور نا اہل کہہ کر یہ بتانا مقصود ہے کہ باہر کی دنیا اسلام کو بدظن کریں مگر اس مقصد میں منشی ذکر الرحمان غالبًا کامیاب نہیں ہو سکتے - کیوں وہ پردہ اور اشارات میں باتیں کرتے ہیں کہ اوقاف کے انتظام کی باگ انکے ہاتھوں میں دیدیجئے جو اہل ہیں - "

وہ کیوں صاف نہیں کہتے کہ

ابا جان کی سپرد کردو

تا کہ منشی ذکر الرحمان صاحب کو بھی پدر نتواند پسر تمام کند کے موافق کچھ حصہ انتظامی امور میں مل جائے مجھے یہ معلوم کرکے سخت رنج ہوا ہے - کیا یہ لوگ اصلاح طلب فریق کے نام سے موسوم ہو سکتے ہیں ؟ - دہلی کے اوقاف کے متعلق کام کرنیوالوں کی شکایتوں کی اصل غرض یہ ہے -

پرنس ثریا جاہ بالقابہ اپنے نام سے کوئی آرٹیکل لکہیں اور اول انکو لکہنے کی اور اخبار مین جانے کی ضرورت کیا ہے - ؟

وہ مجلس ناظمہ کے ممبر ہیں اُسمیں وہ امور کو پیش کریں جنکو وہ قابل اصلاح سمجھتے ہوں بیرونی دنیا یہ سمجھتی ہے کہ یہ تمام کاروائی انہیں کے نام سے ہو رہی ہے اور انکی ایک پارٹی ہے میں جبتک اسکی پوری حقیقت واقف نہو جاؤں ماننے کیلئے طیار نہیں کہ وہ مسلمانوں کے بنے ہوئے کام کے بگاڑنیوالوں میں ہوں - اسوقت تک جتنے الزامات لگائے جاتے ہیں انکی کوئی حقیقت نہیں معلوم ہوتی.

منشی ذکر الرحمان صاحب بار بار اس سکیم کی درخواست کا ذکر کرتے ہیں جو مسجد فتح پوری کی جائداد کے کرایہ میں ڈیڑہ سو دو سو روپیہ ماہوار کے اضافہ کی درخواست ہے، مگر وہ مہربانی کرکے پبلک کو بتائیں کہ اس درخواست کا نتیجہ کیا ہے ؟ جسوقت اس درخواست دہندہ کا نام پبلک میں مشہور ہو جائیگا اسوقت میں اس راز کو افشا کرونگا جو اس درخواست کی تہ میں کام کر رہا ہوگا -

یہ منشی ذکر الرحمان صاحب کا فرض ہونا چاہئے تہا کہ وہ اس درخواست کو اور اوقاف کی منتظمہ کمیٹی کے جواب کو شائع کر دیتے لیکن جبتک وہ اس درخواست کو شائع نہیں کرتے پبلک اس حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتی جو اس درخواست کے اندر مخفی ہے -

یہ ایک اور خطرناک اور سنگین الزام ہمارا نہ

کیٹی منتظمہ سمجھ نہ پوری بیدرنگا یا گیا ہے کہ
انہوں نے [illegible] ماہوار کا وظیفہ مشن کالج
میں دینا منظور کیا ہے - اور یہ بھی [illegible] کہ
ممبر صاحبان کا یہ خیال ہوا کہ مشن کالج
میں وظیفہ [illegible] صاحبان کے [illegible]
سے حکام میں [illegible] ایک اثر پیدا کریں -

یہ الزام بڑا ہی خطرناک اور قابل
نفرت ہے اور کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں کے
لئے اس سے بڑھکر [illegible] دینے والی اور کوئی
بات نہیں ہو سکتی کہ انکا روپیہ پادریوں کے
کالج میں دیا جائے اور عربی سکول کو محروم
کیا جائے - لیکن اس سے بھی بڑھکر رونیکے
قابل یہ بات ہے کہ ایک شخص جو [illegible] اے
کہلائے اور محمڈن کلب کا سکریٹری ہو ایک
بھرے جلسہ میں اور ایک پبلک اخبار کے
ذریعہ ایسا اتہام مشتہر کرے جسکی حقیقت
ہی نہو - اس الزام کو نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی
مرتبہ کرزن گزٹ کے کالموں میں مشتہر کیا
گیا ہے مگر کسقدر شرمناک بات ہے کہ ایڈیٹر نہ
صاحب اور نہ منشی ذکر الرحمان صاحب اسبات
کی کوشش کرتے ہیں کہ انجمن کا اصل ریزولیوشن
اس معاملہ میں پبلک کے سامنے رکھدیں -
اگر اس فریق کی نیت نیک ہے اور اصلاح
ہی کے خواہشمند ہیں تو انکی سچائی اسی ایک
امر سے ثابت ہوجائیگی کہ وہ اصل ریزولیوشن
کرزن گزٹ میں جلی حروف سے چھاپ دیں
مگر میں یقین کرتا ہوں کہ وہ ایسا کرنیکی کبھی
جرات نکرینگے کیونکہ اسی سے انکی بدنام کن
پولیسی کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے میں اس امر
پر مزید [illegible] انشاء اللہ [illegible] سردست میں
ان لوگوں کو جو کرزن گزٹ میں اس [illegible] کو
پڑھ چکے ہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ منشی ذکر الرحمان
اور ایڈیٹر کرزن گزٹ سے مطالبہ کریں کہ کیوں
وہ اصل ریزولیوشن شائع نہیں کیا جاتا
اور جسوقت وہ اصل ریزولیوشن
شائع کرینگے اسوقت حقیقت کھل جائیگی
کہ ان مدعیان اسلام کی ساری کارروائی
کس نیک نیتی سے ہو رہی ہے -

اسی طرح جس پہلو سے اس فریق کی کارروائی
دیکھا جائے اس میں حیرت اور تعجب ہوتا ہے

پس ہم خصوصاً [illegible] دہلی اور دوسرے
مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بالاتفاق اس
قسم کی کارروائیوں پر اظہار افسوس کریں اور ان
لوگوں کو جو قومی کاموں کی راہ میں روڑا
اٹکاتے ہیں بائیکاٹ کریں - اور جب تک
اس قسم کی کارروائی نہیں کیجائیگی یہ لوگ
اپنی کارستانیوں سے باز نہیں آئیں گے
انکے دل میں اگر قومی درد ہوتا تو وہ یہ راہ
اختیار نکرتے جس سے مسلمانوں کی رہی سہی
جمعیت کو توڑنا مقصود ہو - اور اپنی ذاتی
اغراض کی تکمیل مدنظر ہو - اس سلسلہ میں
میں انشاء اللہ العزیز اصلاح طلب فریق
کی ان تمام کارروائیوں کا راز افشا کرونگا
جس سے ابھی تک پبلک ناواقف ہے -

انجمن ہدایت الاسلام دہلی

دہلی میں مندرجہ بالا نام کی ایک انجمن ہے،
مولوی عبدالحق صاحب مصنف تفسیر
حقانی نے اس غرض کے لئے قائم کی تھی
کہ ممالک متحدہ میں جو سلسلہ ارتداد کا شروع
ہے اسکو روکنے کی کوشش کیجاوے - دہلی کی
دو تین روز کے قیام میں میں نے ارادہ کیا
کہ انجمن کے حالات سے آگاہی حاصل کروں اس
مقصد کو زیر نظر رکھکر میں انجمن کے دفتر میں گیا
جو ایک بالاخانہ پر ہے وہاں جاکر میں نے دریافت
کیا کہ سکریٹری صاحب کہاں ہیں ؟
اسپر ایک بوڑھے میاں نے مجھے یہ جواب دیا
کہ مہتمم صاحب تو یہاں ہیں نہیں وہ مجھے یہاں
بٹھا گئے ہیں اور میں گراں گوش ہوں آپ
کو یہاں بیٹھنے سے کچھ فائدہ نہیں -

میں اس لطیف جواب کو سنکر جسقدر حیران ہوا ہوں
اسکا اندازہ ناظرین خود کرلیں -
جب میں نے انسے پوچھا کہ میں تو انجمن کے بعض کاغذات
دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے علم ہو کہ انجمن کیا
کام کر رہی ہے تو اسپر اسنے کہا کہ پیچھے مولوی صاحب
ہیں وہی آپکو سب کچھ بتائینگے یہاں آپکو بیٹھنے
سے کچھ حاصل نہیں ہوگا - اگرچہ مجھے اپنے مقصد
میں ناکامی ہوئی - لیکن میں اس گراں گوش
بزرگ کا ممنون احسان ہوں کہ اسنے میرے
وقت کے بڑے حصہ کو بچادیا -

اسکے رہنمائی سے مجھے مولوی عبدالحق
صاحب کا نیاز حاصل ہوا - مولوی صاحب سے
جو مکالمہ ہوا وہ میں انشاء اللہ درج کرونگا
اگر اسکی ضرورت پڑی - اسی مجلس میں مولوی
اساس الدین احمد تسنیم بھی موجود تھے یہاں
مجھے صاف ان امور کا ذکر کرنا ہے جو انجمن
ہدایت الاسلام دہلی کے متعلق ہیں -

میں نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ انجمن
ہدایت الاسلام نے ابتک کیا کام کیا ہے اور
آجکل کیا کر رہی ہے ؟ مجھے اسکا کوئی جواب تسلی
بخش مولوی صاحب نے نہیں دیا صاف فرمایا
کہ کچھ واعظ تو ان اضلاع میں کام کرتے ہیں
جہاں آریوں کا فتنہ ہے اور کچھ [illegible] ہیں
ہیں - میں نے انکے کام کی رپورٹ مانگی تو آپ نے فرمایا
کہ [illegible]
[illegible]
کے بعد [illegible]
بحث نہیں کرتا - مولوی صاحب [illegible]
سے ایک کتاب کشف الغمہ مجھے [illegible]

فرمائی - یہ وہ رسالہ ہے جو ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے کسی رسالہ امہات الامۃ کی مخالفت کیلئے لکھا گیا ہے - جسمیں مولوی صاحب سے باصرار اور بشدت کہا کہ میں آپ لوگوں کے اس قسم کے کام کو قابل تعریف نہیں سمجھتا ایک طرف تو انجمن ہدایت الاسلام کا مقصد یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ مرتدین کو اسلام سے نکلنے سے بچایا جاوے اور حفاظت کیجائے دوسری طرف مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام بڑے زور سے آپ لوگ کر رہے ہیں اس تکفیر بازی کو بند کرو - اور خدا کے لئے مسلمانوں کو ہدایت کرو کہ وہ قومی مشترکہ ضرورتوں میں ملکر کام کریں - اسوقت اسلام سخت نازک حالت میں ہے آریوں اور عیسائیوں کی خطرناک حملوں کی بوچھاڑ بھی کچھ کم نہیں اور اب ارتداد کا سلسلہ ایسے زور سے شروع ہوا ہے کہ دل کانپ اٹھتا ہے مگر آپ ہیں کہ آپ لوگوں کی ساری کوشش کی غایت کفر فروشی ہے اسکو چھوڑ دو -

اسپر بھی ایک لمبی اور لطیف گفتگو ہوئی ہے جو اہل دہلی اور دوسرے مسلمانوں کو عجیب و غریب حالات سے آگاہ کریگی بہرحال میں اپنے اس ارادہ میں کہ ہدایت الاسلام کے دفتر سے کوئی واقفیت یا علم حاصل کروں پورا نا کام رہا - اور اڑہائی تین گھنٹہ میں صرف کشف الغمہ لیکر چلا آیا -

دہلی میں ابھی ایک تحریک اسلام و نعیس فنڈ شروع ہو رہی ہے اور ہدایت الاسلام بھی اسی مقصد کو لیکر قائم ہوئی تھی میری سمجھ میں حفاظت اور اشاعت اسلام کے لئے ایک باضابطہ انجمن کی ضرورت ضرور ہے -

لیکن جبتک ہدایت الاسلام کا معاملہ صاف نہو اسوقت تک کسی دوسری انجمن کا قیام شاید مشکل ہو - یا کسی مغالطہ کا موجب ہو سکے اسلئے میں مولوی عبد الحق صاحب کی خدمت میں ادب کے ساتھ گذارش کرتا ہوں کہ وہ انجمن ہدایت الاسلام کے متعلق پبلک کو صحیح علم دیں کہ وہ کیا کر رہی ہے ؟ اسکا سالانہ بجٹ کیا ہے ؟ اور خرچ کے مدات کیا ہیں ؟ اس قسم کے تمام امور پر روشنی ڈالیں اور انجمن ہدایت الاسلام کے قیام سے لوگوں کی غرض فی الواقعہ خدمت اسلام ہے تو وہ اسے مفید بنانے کی کوشش کریں اور اپنی کوششوں کو کشف الغمہ جیسی تحریروں کی اشاعت پر صرف نہ کریں میں سمجھتا ہوں امہات الامۃ شاید اتنا نقصان نہ پہونچائے جسقدر کشف الغمہ کے ذریعہ پہونچا ہے یا پہونچ رہا ہے -

مجھے امید ہونی چاہئے کہ مفسر تفسیر حقانی صاحب ذاتیات کی بحثوں کو چھوڑ کر اور اسلام کی موجودہ حالت کو محسوس کر کے ضروری اور مفید کام کی طرف توجہ کریں گے اور ہدایت الاسلام کے متعلق ضروری واقفیت پبلک کو دیں گے -

دہلی میں ایک محمڈن ہال کی ضرورت

دہلی کے مسلمانوں کے لئے یہ سخت ندامت کا باعث ہے کہ انکی پاس کوئی ایسا مکان نہیں جہاں وہ اپنی قومی اور مذہبی جلسے کر لیا کریں حالانکہ دہلی کے مسلمانوں کی حالت دوسرے شہروں کے مسلمانوں کے مقابلہ میں آسودگی میں بڑھی ہوئی ہے - اگر صرف پنجابی بزرگ ہی کوشش کریں تو ایک وسیع ہال طیار ہو سکتا ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ وہ ان بیکار باتوں اور جھگڑوں میں تو سینکڑوں نہیں ہزاروں روپے خرچ کرنے کو یہ لوگ طیار ہیں ایک قومی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے انکا ہاتھ نہیں کھلتا - ہندؤں اور عیسائیوں کے ہال موجود ہیں مسلمانوں کو جب کسی لیکچر یا جلسے کے لئے ضرورت ہوتی ہے تو یا تو ہندؤں سے مانگتے پھرتے ہیں اور یا اپنے آپ کو مشکلات میں پاتے ہیں -

بہتر ہو کہ مرزا حیرت روحانی مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کی بجائے جسقدر روپیہ اس مد میں انکے پاس جمع ہے ایسے محمڈن ہال کی تعمیر میں صرف کردیں اور وہ مسلمانوں کے کام آئے - ایسے ہال میں مسلمانوں کے فروعی اختلافات پر کبھی کوئی لیکچر نہو بلکہ مذہبی لیکچر جب ہوا کریں تو اصول اسلام پر ہوا کریں -

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر - قرآن کریم کی صداقت پر - اسلام کی خوبیوں پر وغیرہ وغیرہ مگر مجھے امید نہیں کہ مرزا حیرت صاحب روحانی مدرسہ کا روپیہ اس مقصد میں صرف کریں تاہم انکے دوستوں کو انہیں یہی مشورہ دینا چاہئے -

جب تک دہلی میں کوئی ہال طیار ہو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ کسی موزوں جگہ پر کوئی مکان کرایہ پر لیا جاوے جہاں مستقل طور پر اسلام کی تائید اور مذاہب باطلہ کی تردید میں لیکچر ہوا کریں - انجمن ہدایت الاسلام دہلی اسکا کرایہ ادا کرے کیونکہ وہ اسی غرض کے لئے چندہ لیتے ہیں - اور مکان کے متعلق لیکچر دینے والوں کے لئے یہ ہدایات ہوں کہ وہ ہرگز ہرگز مسلمانوں کے کسی ایک یا دوسرے فرقہ پر حملہ نکریں اور نہ ایک دوسرے کی تردید کا اسے اکھاڑہ بنائیں بلکہ سب ملکر اسلام کی خوبیاں اور اسلام پر اعتراضات کا جواب اور مذہب باطلہ کی تردید کریں - اس قسم کے لیکچر گاہ سے بہت سی فوائد پہونچنے کی بحمد اللہ توقع ہے دہلی میں مذہبی دنگل لگا ہوا ہے اور ایسے شہر میں ضرورت ہے کہ مخالفین کے دانت کھٹے کئے جائیں - اور اسلام کا درخشاں چہرہ دنیا کو دکھایا جائے - اس ضرورت کے متعلق دلی سے کوئی آواز اٹھنی چاہئے - اسلام و نعیس فنڈ کے محرک مولوی محمد الیاس صاحب بھی اسطرف توجہ کریں - دیکھو دہلی اہل کام

(انوار احمدیہ مشین پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی مالک و مہتمم)

قرآن کریم اور پالٹیکس

لالہ دینا ناتھ سابق ایڈیٹر و مالک اخبار ہندوستان کے نام سے الحکم کے ناظرین واقف نہیں۔ کیونکہ انہیں یاد ہے کہ انکی گرفتاری اور قید کے دوران میں ایک سے زیادہ مرتبہ الحکم میں انکے لیے گورنمنٹ سے رحم کی درخواست کی گئی تھی اب رہا ہونے کے بعد کچھ عرصہ خاموش رہکر انہوں نے لاہور کے آریہ اخبار پرکاش میں مندرجہ بالا عنوان سے ایک سلسلہ مضامین کا شروع کیا ہے میرا خیال تھا کہ لالہ دینا ناتھ صاحب جیسا کہ وہ عموماً ظاہر کیا کرتے تھے اسلام کے ساتھ عداوت نہیں رکھتے یا کم از کم وہ تلخ ترین عداوت نہیں جو آریہ سماج کو اسلام اور مسلمانوں سے ہے مگر میرا خیال غلط نکلا کیونکہ جبکہ ایک شخص باوجودیکہ وہ اسلام سے واقف نہیں اسلام کے خلاف قلم اٹھاتا ہے تو یہ صرف

مقتضائے طبیعت

ہی سمجھا جائیگا بہتر ہوتا لالہ دینا ناتھ اپنی جولانی طبیعت کے لیئے کوئی اور میدان تلاش کرتے اور اس نازک مضمون پر قلم اٹھانے سے پرہیز کرتے جس میں انہیں ناکام رہنا پڑیگا۔

میں اللہ تعالےٰ کے فضل اور توفیق پر بھروسہ کرکے کوشش کرونگا کہ لالہ دینا ناتھ جی کے ان مضامین کا جواب الحکم میں شائع کروں شاید کوئی سعادت مند اس سے فائدہ اٹھائے۔

اس سلسلہ مضامین کے شروع کرنے میں مجھے افسوس ہے کہ سب سے پہلی دفعہ لالہ دینا ناتھ کے خلاف الحکم میں لکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس فرض کو ادا کرنے کے محرک خود لالہ دینا ناتھ ہیں پس وہ مجھے معذور سمجھیں گے ہاں اگر وہ مجھے معذور نہ سمجھیں۔ ہاں اگر انھوں نے اپنی پوزیشن کا احساس کرکے اس سلسلہ کو بند کردیا تو الحکم بھی بند کردیگا۔

میں اسکو پولیٹیکل بے ایمانی سمجھتا ہوں کہ ایک شخص کسی معاملہ سے واقف نہیں اور وہ اسپر رائے زنی کرتا ہے اور یہ بھی دانشمندی اور دیانت سے بعید ہے کہ جس معاملہ پر رائے زنی کیجاوے اسکے متعلق اس شخص کی رائے اور فیصلہ سے فائدہ نہ اٹھایا جاوے جس سے وہ متعلق ہے اسلیئے اسلام کے پولیٹکس پر لکھنے والوں کا سب سے پہلا فرض تو یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اسلام سے واقف ہوں اور دوسرے یہ امر انکے مدنظر رہنا ضروری ہے کہ جن امور کو ایک مخالف پیش کرتا ہے۔ اسکا جو جواب مسلمانوں نے دیا ہو اس سے پوری واقفیت ہو اور اس کو کسی حال میں بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔

مثلاً اسلام اور پولیٹکس پر لکھنے والوں نے پہلی غلطی مسئلہ جہاد پر کھائی ہے چنانچہ لالہ دینا ناتھ صاحب بھی اس مضمون کو جہاد ہی سے شروع کرتے ہیں مگر انکو اور انکے ہمخیال لوگوں کو بخوبی معلوم ہے کہ جہاد کی حقیقت مسلمانوں کی طرف سے کھول کر بیان کیگئی ہے اور وہ ایک ایسی صداقت ہے کہ اسپر اعتراض ناممکن ہے مگر ہمارے یہ آزاد نویس باوجود ادعائے دیانت و انصاف پھر انہیں بوسیدہ اعتراضوں کو لیئے جاتے ہیں جنکے ہزاروں مرتبہ جواب دیئے گئے ہیں

پرکاش صاحب یا خود لالہ دینا ناتھ صاحب بتائیں کہ کیا ست کو گرہن کے لیئے ہمیشہ تیار رہنے والوں کے یہی آثار اور نشان ہوا کرتے ہیں۔

اگر ان دو اصولوں کو لالہ دینا ناتھ صاحب مدنظر رکھ لیتے تو غالباً وہ اس نازک مضمون پر قلم نہ اٹھاتے لیکن اب جبکہ وہ میدان میں نکل آئے ہیں میں ان سے مایوس ہوں کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں کیا اور اسلام اور پولیٹکس کے مضمون پر انہوں نے غور نہیں کیا یہ محض اسلیئے ہے۔ کہ بعض تحریروں میں جو آریہ سماج کو ایک پولیٹیکل باڈی قرار دیا گیا تھا۔ اسکے جواب کے لیئے وہ یہ اصل اختیار کریں۔

ناظرین اس امر کو سنکر غالباً حیران ہونگے۔ کہ اسلام کی غرض و غایت قطعاً پولیٹکس نہیں ہے جو لوگ پولیٹکس سے پیار کرتے ہیں اور اسکو انسانی ضروریات یا انسانی زندگی کی منتہائی منزل سمجھتے ہیں وہ اس لحاظ سے شاید اسلام کو ناقص قرار دیں مگر یہ فیصلہ مادہ پرست اور دنیا کے فرزندوں کا ہوگا جنہوں نے انسان اور اسکی غایت کو سمجھا ہی نہیں اور جنکی نظریں دنیا سے اوپر اٹھ نہیں سکتیں۔

پولیٹکس کی کچھ ہی تعریف کیجاوے اور اسے کسی رنگ اور صورت میں پیش کیا جاوے وہ خود غرضی سے خالی نہیں۔ پولیٹکس کی انتہائی حد نیشنلٹی ہے اور اسلام کی غرض ہیومینٹی ہیں جو فرق نیشنلٹی اور ہیومینٹی میں ہے وہی پولیٹکس اور اسلام میں ہے ایسی حالت اور صورت میں اسلام اور پولیٹکس کا جو تعلق ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

مسلمانوں میں بڑے بڑے جید عالم اور فلاسفر گذرے ہیں۔ انہوں نے مختلف علوم پر ضخیم کتابیں لکھکر سیر کن اور فیصلہ کن بحثیں کی ہیں مگر پولیٹکس پر اسلام میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور اگر معاہدوں بھی جنکا نام ہم صرف۔ انہی بزرگ کے منہ سے سن سکتے ہیں جنہوں نے لاکھوں روپیہ کے صرف سے بڑے سے بڑا کتب خانہ جمع کیا اور کتابوں کی تلاش اور جمع میں اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کردیا ہو وہ بھی سیاست مدنی کے ان اصولوں پر ہیں گی جو میونسپلیٹیوں کے قوانین کے متعلق ہیں۔

ایسی حالت اور صورت میں فی الواقع یہ متعجب خیز امر ہے۔ کہ وہ قوم جس نے فلسفہ کے سمندر سے ایسی قیمتی اور نایاب گوہر نکال کر پھر رکھدیئے جو آجتک اسپر کچھ اضافہ نہیں ہوسکا۔

میں نے دوسرے تمام علوم پر دنیا کو بیش قرار خزانہ بخشا جس نے اخلاق تصوف پر بہت کچھ لکھا وہ اس ایک شعبہ علوم میں کچھ بھی لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتی باوضعیکہ وہ خود حکمران اور روئے زمین کے سلطنتوں میں سے سب سے بڑی سلطنت رہی ہو مگر یہ تعجب فوراً دور ہو جاتا ہے جب انسان حقیقت اسلام پر غور کرتا ہے اسلام انسان کو با خدا انسان بنانا چاہتا ہے اور اسکو اس عالم کے لیئے طیار کرنا چاہتا ہے جو اس دنیا کے بعد آنا ہے وہ دنیا اور اس کے متعلقات کو جس کی انتہا سلطنت ہو سکتی ہے محض ایک عارضی اور ضمنی امر قرار دیتا ہے جو انسان کی ضروریات کا ایک جزو ہے اسلام اسکو مسافر کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہے نہ مقیم کی صورت میں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے باوجود سلطنت کے اعلیٰ مقام پر پہونچنے کے اور دنیا میں ایک کونسٹیٹیوشنل سلطنت قائم کرکے دکھا دینے کے پولیٹکس کے فلسفہ پر بحث نہیں کی اسلیئے کہ انہوں نے سلطنت کو اپنا مقصد اصلی قرار نہیں دیا۔

یہ ایک لمبی بحث ہے اور اسکو میں اسی سلسلہ مضامین میں ضرورتاً لکھونگا انشاء اللہ العزیز

لالہ دینا ناتھ صاحب اب اگر دیانت اور انصاف کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتے تو جب تک وہ اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوں اور قرآن مجید کو پڑھ نہ لیں اس مضمون پر قلم نہ اٹھائیں گو میں امید نہیں کرتا کہ وہ میرے مشورہ سے فائدہ اٹھائیں بہر حال یہ سلسلہ مضامین کا ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو سکے گا اور آریہ سماج کے چھپے چھپے پر ناسور بن کر یہ نکلیں گے۔

سادہ سنگت

اس نام کی ایک مختصر سی مجلس یہاں قایم ہوئی ہے - یہ نیا نام انوکھا اور تقریباً نیا سا ہے سادہ سنگت ایسی مجلس کا ایسے زمانہ میں قایم ہونا کوئی نئی بات نہیں مگر سادہ سنگت کی اہم غرض یہ ہے کہ وحدت کو عملی رنگ میں پیدا کرے اور کوئی فی معمر اتحاد دین کو نصب العین بنائے انہیں مقاصد کے ماتحت ایک کام تبلیغ الاسلام کا بھی اسکے زیر نظر ہے وہ چاہتی ہے کہ خالصہ قوم میں اسلام کی تبلیغ کیجاوے

اس غرض کے لیئے ماسٹر محمد یوسف صاحب سکھ نو مسلم نے اپنی زندگی کو آیندہ صرف کرنا چاہا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ (جو بہرحال ہم سب کے سرپرست ہیں) نے خصوصیت سے اس کام میں مدد دینی کا عملی اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ اظہار الحق جو سکھ ازم پر ماسٹر محمد یوسف نے لکھی ہے اسکے طبع کیلیئے ایک بڑی رقم حضرت نے عطا فرمائی اور دو سو صفحہ کی کتاب کو بہت ہی کم قیمت پر فروخت کرنیکا حکم دیا اسی طرح پر باوا نانک کی سوانح عمری کے لیئے بھی پورا انتظام آپ نے فرمایا ہے۔ یہ کتابیں اسکے بعد میں سادہ سنگت کی طرف سے لکھی گئی ہیں اور ایک اور رسالہ آریوں کے متعلق لکھا ہے انکے علاوہ آٹھ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ گورمکھی میں کئی ہزار کے حساب سے مفت تقسیم کیئے جائینگے سادہ سنگت کم از کم چالیس ہزار کی تعداد میں انہیں چھاپنا چاہتی ہے یعنی ہر ایک ٹریکٹ پانچ پانچ ہزار اسکے لیئے روپیہ کی ضرورت ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے نام بھیجدینا چاہیئے سادہ سنگت اپنے کام کے دایرہ کو عملی رنگ میں وسیع کرنیکی خدا تعالیٰ سے توفیق چاہتی ہے جو احباب اسکے کام سے دلچسپی رکھتے ہوں اور اسکی ضرورت سمجھتے ہوں وہ اپنی امداد سے اسے محروم نہ رکھیں۔

رامپور کا مباحثہ ثناء اللہ کی قلم سے

رامپور کے مباحثہ کے متعلق میں نے پہلی اشاعت میں دو مخالفوں کی تحریروں کی تنقید شایع کر دی ہے الحدیث کے ۲۰ نومبر میں امرتسری منکر نے اس مضمون کی تنقید کی ہے جو بدر کی ۲۴ - جون کی اشاعت میں مولوی محمد علی صاحب نے لکھا تھا امرتسری منکر اپنی چالاکیوں سے اصل معاملہ کو مشکوک کرنیکی کوشش کرتا ہے مگر یہ کامیاب نہیں ہو سکتا ہم صفائی کیساتھ اس امر کو تسلیم کرنیکو طیار ہیں۔ کہ ہم نے مباحثہ کو بند کر دیا اسکے معنے اگر یہ ہیں اور معذور ہیں تو امرتسری منکر کو خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اسکی تاویل نہیں کرتے مگر دنیا عقلمندوں سے خالی نہیں وہ سمجھ سکتی ہے کہ جس حال میں ہم نہایت دیانتداری کیساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مباحثہ بند کر دیا تو ضرور اسکے لیئے قوی وجوہات ہونگی پس ان وجوہات کی معقولیت میں کوئی کلام نہیں۔ وفات مسیح ایسا مسئلہ نہیں جس پر احمدی قوم مباحثہ نہ کر سکے ہم رامپور میں کسی انعام کے لیئے نہ گئے تھے۔ بلکہ ہم نے ایک معقول رقم اس مقصد کے لیئے صرف کی کیونکہ غرض صرف یہی تھی کہ احقاق حق ہو اور تبلیغ ہو جن لوگوں کو شکست اور فتح سے غرض ہے اور بٹیر بازوں اور قمار بازوں کی طرح مذہبی معاملات کو طے کرنا چاہتے ہیں انہیں انکے خیالات مبارک رہیں وہ اپنی فتح کا پھریرا اڑاتے پھریں۔ ہم اتنا ہی غنیمت سمجھتے ہیں کہ اس پہلو سے رامپور پر حجت پوری ہو گئی۔

اس تنقیدی مضمون میں امرتسری منکر نے لکھا کہ شرایط گویا منظور نہ ہوئے تھے تو پھر دربار رامپور میں جو مباحثہ ہوتا رہا۔ آپ ہی کے بیان کے موافق بدون تصفیہ شرایط تھا۔ ہم نے اسکو خلاف ورزی شرایط کے نیچے ہی لا کر بند کیا تھا۔ مگر امرتسری منکر نے اور بھی وضاحت کر دی کہ وہ شروع ہی خلاف شرایط ہوا یا کم از کم بدون شرایط ہوا۔ اب دانشمند خیال کریں کہ جہاں شرایط ہی کا تصفیہ نہیں تو بدون تصفیہ شرایط مباحثہ کا جاری رکھنا کہاں تک قرین مصلحت ہے امرتسری منکر نے اپنے اس بیان میں خود ہی حسب حال کیا کیونکہ انہوں نے خود لکھا تھا کہ شرایط کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اگر شرایط

کا فیصلہ ہو چکا تھا تو امرتسری منکر کیوں پہلے شرائط ہی کی بحث شروع کرتا۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ

"اگر جناب نواب صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کسکو یارہ تھا کہ شرائط کی ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تعیین شرائط کی تھی نہ ترمیم کی سچ ہے ٹیڑھی جوتا میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے"

اسکا جواب بہتر ہوگا کہ ہم نہیں خود دیں تاکہ امرتسری منکر کی تسلی ہوجاوے لیکن وہاں بھی شاید جواب دینے میں دیر ہو اسلیئے میں اس تحریر کا ایک ہی فقرہ لکھدیتا ہوں جو امرتسری منکر کے خیال میں تعیین شرائط کی تحریر ہے اس سے فضیلت مآب کے اس الزام کی بھی حقیقت کھلجائیگی۔ کہ تعیین اور ترمیم میں ہم تمیز نہیں کرسکتے۔

چنانچہ مناظر اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں

"شرائط مجوزہ جناب مولوی محمد احسن صاحب ہو بہو بعد ترمیم منظوری مندرجہ ذیل جملہ شرائط میں منظور ہیں"

ترمیم اور منظور کے الفاظ میں نے خصوصیت سے جلی کردئے ہیں اب ناظرین انصاف کریں اور امرتسری منکر کی حق پژوہی کی داد دیں کہ کس صفائی اور خوبی سے وہ اس درخواست کو تعیین شرائط کی درخواست بناتا ہے اب کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیوں حضرت ترمیم اور تعیین میں تمیز ہم نہیں کرسکتے یا خود فضیلت مآب لوگوں کو مغالطہ میں رکھنا چاہتے ہیں یا سمجھتے ہی نہیں اب اس امرتسری منکر کی ٹیڑھی جوتی اسکے ٹیڑھے منہ پر جڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیوں صاحب سچ ہے نہ کہ ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں کیا اس قسم کی غلط بیانیوں سے تم کامیاب ہو سکتے ہو کبھی نہیں ؟

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ "مناظر کبھی روز پہلے مقرر ہوچکا تھا اسکے لیئے میں کسی لمبی بحث کی حاجت نہیں سمجھتا مولوی فاضل ثناء اللہ اتنا بتادیں کہ وہ درخواست جو ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھے پاؤں کی مصداق آپنے بھیجی تھی کیا اس پر آپکے دستخط میں بالفظ مناظر اہل سنت والجماعت لکھا ہوا ہے اگر مناظر پہلے سے مقرر ہوچکا تھا۔ تو اس درخواست پر نام نہ دینے کی کیا وجہ ہے ؟"

اسکے علاوہ مولوی فاضل کے چہرہ چھپائی پر سے نقاب اٹھا دینے کیلیے یہاں اس جواب کا آخری فقرہ درج کرنا ضروری ہے جو اسکی اس محولہ بالا درخواست ترمیم کا دیا گیا تھا۔

"بہرحال شرائط حضور کے استمزاج سے طے ہوچکی ہیں اب وقت کو ضایع نہیں ہونے دینا چاہیے فریق ثانی اپنا مناظر مشخص کرے جو مسایل مقررہ پر بحث کریگا"

اگر مناظر مقرر ہوچکا تھا تو پھر ہمیں آپکی ترمیم شرائط کی درخواست کے جواب میں اس فقرہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۴۔ جون تک کوئی مناظر مخصوص نہیں ہوا بلکہ عام طور پر مشہور یہ تھا کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہونگے۔

اسقدر غلط بیانی سے کام لینا مولوی فاضل کو مبارک ہو اور یہ انکی فتح کا نشان۔

اسطرح پر امرتسری منکر نے واقعات کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اور لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے مگر وہ یاد رکھے کہ ان چالاکیوں سے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور دیکھنے والے اندھے نہیں ہیں اس تنقید پر ریمارک کرونگا جو ایڈیٹر الحکم کے متعلق جس واقعہ کا اظہار مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ پبلک میں آئے محض اس وجہ سے کہ اسکا تعلق ہر ہائینس نواب صاحب رامپور سے تھا اور اس واقعہ کی پوری کیفیت جہاں ایڈیٹر الحکم کی جرأت اور دلیری کو ظاہر کریگی وہاں بالمقابل واقعہ کا پہلو غایت تاریک ہوگا اسلیئے میں نے ہرگز یہ پسند نہیں کیا تھا کہ اسکے متعلق کچھ لکھوں اب جبکہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار میں اس **واقعہ** کو غلط رنگ سے پیش کیا ہے میرا فرض ہے کہ میں اس پردہ کو بھی اٹھادوں مگر اسکے لئے بھی میں مناسب نہیں سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے کہ یہ واقعات پبلک میں آئیں ہزہائینس سے دوسرے رنگ میں نوٹس لوں جو عنقریب انشاء اللہ پبلک کو معلوم ہوجائیگا

بہرحال جیسا کہ میں نے ظاہر کیا ہے اس تنقید میں امرتسری منکر کو پتہ لگجائیگا۔ کہ اسکے مغالطوں پہ اب پردہ نہیں پڑسکتا امیدوار بودہ بداند۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کی صحت الحمد للہ قوم کے لیئے باعث مسرت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکریہ کے قابل ہے۔ آپ قوم میں وحدۃ اور اخوۃ پیدا کرنیکے لیئے ازحد فکرمند اور ساعی ہیں۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب و صاحبزادہ بشیر احمد و میر محمد اسحاق صاحب کشمیر تشریف لیگئے ہیں مولوی سید سرور شاہ صاحب بھی ہمراہ ہیں۔

۳۔ ۱۵۔ جولائی ۱۹۰۹ء سے ڈیڑہ ماہ کے لیئے مدرسہ بند ہوگیا ہے اور مدرسۃ البنات بھی تین ہفتہ کے لیئے بند ہوا ہے۔

۴۔ طلباء مدرسہ تعلیم الاسلام مدرسہ کے لیئے چندہ وصول کرنے کے کام پر جائیں گے اسکا اعلان بعد میں ہوگا امید ہے جماعتیں ان کی حوصلہ افزائی کریں گی اور مدرسہ کے فنڈز جو بہت کمزور ہیں ان کی طرف توجہ کرینگی ۔

مذہب علمی رنگ میں

شنیع من عالم بتمامہ بہ تشکر گیرد
گیرو تیغ بکف ملک سکندر گیرد

ہمارے مسلمات اور ہماری معلومات عموماً مندرجہ ذیل اقسام سے وابستہ ہوتی ہیں۔

(الف) علمی

(ب) رسمی

(ج) اعتباری

یا تو ہم علمی رنگ میں کسی شے کسی حقیقت کا اعتراف یا انکار کرتے ہیں یا رسمی طور پر یا چند اعتبارات کے ماتحت۔ چاہے وہ اعتبارات ذاتی اجتہاد پر مبنی ہوں اور چاہے کسی اور کے وثوق پر۔

کوئی سی بات اور کوئی سی حقیقت لے لو ان تین صورتوں سے خالی نہ ہوگی۔ دنیا میں جس قدر اشیاء یا وجود پائے جاتے ہیں اور جن میں سے اکثر حیثیت معلومات میں اگر ہم پر ظاہر ہو چکے ہیں لو جنہیں ہم مانتے ہیں یا ان سے انکار کرتے ہیں انکی بنیاد یا تو علمی رنگ میں رکھی گئی ہے اور یا محض رسمی طور پر اور یا چند اعتبارات کے تابع۔ جو امور یا جو اشیاء اور معلومات علمی رنگ میں ہیں وہ رسمی یا اعتباری امور سے بہت کچھ امتیاز اور فرق رکھتی ہیں۔

بہت سی ایسی اشیا یا ایسی معلومات بھی ہیں کہ ہم انکا اعتراف اور اقرار محض رسمی رنگ میں اور اعتباری وجوہ سے کرتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا اعتراف اور انکی تصدیق یا توثیق علمی رنگ میں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ان کی بنیاد اور ان کی خلقت علمی اصولوں کے ماتحت ہوتی ہے۔

جتنی اعتباری اور رسمی معلومات یا مسلمات ہیں انہیں جب علمی رنگ میں منتقل یا تحویل کیا جاتا ہے تو ان کی حقیقت یا تو بالکل پایۂ صداقت سے گر جاتی ہے اور یا ان کے حواشی اور زوائد الگ کرنیکی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کلیۃً نہیں کہا جا سکتا کہ۔

ہر صورت رسمیہ یا نقش اعتباریہ علمی استدلال کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتا یا ان امور رسمیہ اور اعتباریہ میں کوئی صداقت ہوتی ہی نہیں۔

جبکہ سلسلہ رسوم اور امور اعتباریہ میں بھی چند در چند بیانات اور حواشی فرضیہ مل سکتے ہیں تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ رسوم اور اعتبارات میں حقیقت ہوتی ہی نہیں۔ رسوم اور اعتبارات میں بھی صداقتیں اور حقیقتیں ہوتی ہیں۔ رسموں اور اعتبارات میں سے بھی ایسے جواہر اور ریزے مل سکتے ہیں کہ جو اعلیٰ صداقتوں کا جزو یا کل ہیں۔

لیکن چونکہ اعتبارات اور رسوم کا سلسلہ بہت کچھ چند در چند فرضی امور اور مزعومہ معلومات سے وابستہ ہوتا ہے اس واسطے یہ مان لینا پڑے گا کہ انہیں علمی رنگوں میں لانا یا انکی علمی صورتوں میں تنقیح کرنا ان میں ایک بڑا بھاری فرق لاتا ہے۔

اکثر اوقات لوگ یہ نہیں سمجھتے یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جو امور رسمی اور اعتباری رنگ میں تسلیم کئے جاتے ہیں ان میں اور ان معلومات یا ان مسلمات میں جو علمی رنگ میں مان لئے گئے ہیں بلحاظ نتائج اور اغراض کے کیا کچھ فرق ہے۔ یہ ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس کی طرف ایک عام توجہ کی ضرورت اپنا احساس کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اس طرف خاص توجہ نہ ہونیکی وجہ سے صرف تمدنی اور معاشرتی صیغوں میں ہی خرابی اور ابتری نہیں پیدا ہوتی بلکہ معادی اور عاقبتی امور میں بھی آئے دن بکھیڑے اور خرخشے پیدا ہوتے رہتے ہیں جب کوئی امر رسمی اور اعتباری رنگ میں تسلیم کیا جاتا ہے تو اس میں صداقت یا شائبہ صداقت نہ ہونیکی وجہ سے ہمیشہ ایک اس خرابی کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔

ضد اور ہٹ ہمیشہ ان معاملات میں پیدا ہوتی اور پکتی ہے جنکی اصل اور بنیاد چند رسوم اور چند اعتبارات پر ہوتی ہے۔ جن جن امور اور جن جن مسلمات کی بنیاد یں علمی ہیں ان میں اگرچہ بعض وقت اختلاف تو ضرور ہو جاتا ہے لیکن ایسی ہٹ اور ضد نہیں ہوتی جو رسمی امور اور اعتباری خیالات میں پائی جاتی ہے۔

ایک رسم یا ایک اعتباری ولولہ ہمیشہ یہ سکھاتا ہے کہ جو شخص اس کے خلاف جائیگا وہ اس دائرہ سے باہر ہے۔ اس کا اختلاف کرنا یا تائید میں نہ ہونا ایک ایسی تحقیر ہے جو کسی حالت میں بھی عفو کے قابل نہیں۔ وہ ایک رسم یا ایک اعتباری مرحلہ کی توہین نہیں کرتا بلکہ ایک خاص شخص یا ایک خاص جماعت کی تحقیر کرتا ہے۔

برخلاف اس کے ایک علمی تحقیقات یا ایک علمی اصول یہ سکھاتا ہے کہ

کسی کے انکار۔ اعتراض اور اختلاف سے حقیقت شے میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے ایک ثابتہ علمی حقیقت علمی حقیقت ہے۔

علم کا فرض صرف ابلاغ اور اعلان ہے۔

علم وہ قاصد ہے جو پیغام پہنچا کر وما علی الرسول الا البلاغ کہتا ہوا اپنے مرکز پر واپس آ جاتا ہے۔ علم وہ اعلان ہے جو تشہیر کے ساتھ ہی بردباری اور تدبر کی ہدایت کرتا ہے۔

علم وہ شمشیر ہے جو دل پر زد کرتی ہے۔

ان دونو مقتضیات اور اعلانات میں ایک بین فرق ہے۔ ایک میں تند مزاجی اور اکھڑ پن ہے اور دوسرے میں تدبر اور بردباری۔

دنیا کی اکثر خرابیوں اور خلشوں کا موجب بے صبری اور بے اطمینانی ہیں۔ اور یہ محض اس وجہ سے کہ بعض باتوں یا بعض اشیا کو صرف رسمی اور

اعتباری طور پر ماننے کیونکہ جب سے ہم تدبر اور عقیدہ کی کے وسیع دائرہ سے نکل جاتے ہیں۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور آفتاب کے طلوع سے دھوپ نکلتی اور غروب سے رات پڑ جاتی ہے وہ اس شخص سے جہالت کی لڑائی نہیں لڑتا۔ جو ان موٹی حقیقتوں سے انکار کرتا ہے۔ کیونکہ وہ خوب سمجھتا ہے۔ کہ اس کے اعتراض اور انکار سے ان حقائق میں کبھی فرق نہیں آسکتا۔ اس کا کام اعلان اور ابلاغ تھا۔ سو وہ کر چکا

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

مذاہب کی اصل اور ماخذ کے ایک ماننے میں شاید ہی کسی کو انکار ہو۔ اور اگر کوئی اس کا انکاری بھی ہو۔ تو اس کے پاس شاذ ہی کوئی دلیل واثق اس انکار کے ثبوت میں ہو۔ جب مذاہب اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی اصول سے نسبت رکھتے اور ایک ہی معبود کی طرف لے جاتے ہیں۔ تو ان کے ماننے والوں میں باعتبار سمجھ اور تاویلات کے اختلافات تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب ان میں بھلے دسے جھگڑے عداوتیں اور کاوشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ ان کی بنیاد بھی چند رسموں ہی کے ماتحت ہے۔

اگرچہ یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ مذاہب میں بھی چند در چند رسموں اور شخصی اعتبارات کا بہت کچھ دخل ہے۔ لیکن باایں ہمہ یہ کسی حالت میں بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان میں حقانیت نہیں ہے۔ مذاہب میں حقانیت ہے۔ اور وہ باوجود اسقدر غلافوں اور پردوں کے جھلکی دے ہی جاتی ہے۔ مگر ہاں یہی رفتہ رفتہ یہ نقص پیدا ہو گیا ہے۔ کہ مذہب پرستوں میں سے اکثر لوگ مذہب کو محض رسمی رنگ میں مانتے ہیں۔ اور اعتباری رنگ میں اس کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل مذاہب میں بجائے آشتی اور صلح کے زیادہ تر عداوت۔ کاوش اور بغض پایا جاتا ہے۔

مذہب شخصیت کے جامہ میں آکر ایک خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ لوگ مذہب کے واسطے بہت لڑتے اور جھگڑتے ہیں بلکہ مذہب کی موجودہ لڑائیوں کا دار و مدار زیادہ تر شخصیت اور ذاتیات پر آرہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ لوگ مذہب کو علمی رنگ میں نہیں مانتے اور نہ علمی رنگ میں اس کی تعلیم کرتے۔ اور ایسی تعلیم کے عادی ہیں۔ اکثر لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ مذہب بھی ایک علم یا ایک گراں پایہ فلسفہ ہے۔

اکثر لوگوں کے نزدیک مذہب چند روایات یا چند اعتبارات کے سوائے اور کچھ بھی نہیں۔

ایسے خیالات ہمیشہ مذہب کی قیمت اور وقعت میں بٹہ یا دھبہ لگاتے ہیں اور اس کا عملی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ مذہب ایک بازیچہ طفلاں سے زیادہ وقر اور عظمت نہیں رکھتا۔ اگرچہ ہر موقعہ اور ہر تقریب پہ اس کی یاد اور پرستش کیجاتی ہے لیکن چونکہ محض رسمی اور اعتباری رنگ میں اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اس واسطے سوائے چند قسم کی مخالفتوں اور کاوشوں کے اس کا کوئی اور نتیجہ یا اثر نمایاں نہیں ہوتا۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے ساتھ بعض اختلافات کیوجہ سے محض رسمی رنگ میں کاوش اور مناقشت رکھتا ہے۔

مذہب میں ہمیشہ دو چیزیں یا دو باتیں مقدم یا بہتر ہوتی ہیں۔

(۱) خدا پرستی

(۲) رہبر پرستی

کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی تمام دفعات میں سے یہ دو دفعات زیادہ تر ضروری اور لازمی نہوں۔ کوئی مذہب کتاب اور کتاب لانیوالے سے خالی نہیں ہوتا خواہ ایسی کتاب خاص الفاظ میں ہو خواہ افعال قدرت کے الفاظ میں۔ اسی طرح اس کتاب کا لانیوالا یا اس کی تشریح کرنیوالا بھی ضرور کوئی نہ کوئی ہوتا ہے۔

انھیں دونو کی زیادت سے لوگوں میں مخاصمتوں اور مناقشتوں کی بنیاد پڑتی ہے اور انہیں دونوں پر تمام قسم کی امیدوں اور مایوسیوں اور اختلافات یا اتفاقات کا انحصار ہے اور انھیں پر مذہب کی خوبیوں اور برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان دونوں طاقتوں کا ثبوت اور ہستی محض رسمی معلومات یا اعتباری واقعات پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس مرحلہ میں فراست عقل اور استدلال علمیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ خدا کا وجود اور خدا کی ہستی گو عوام الناس کے خیال میں محض چند روایات کے ماتحت مانی جاتی ہو لیکن دراصل اس کا ثبوت علمی رنگ میں کیا جاتا ہے اور علمی رنگ میں ہی اسے مانا جاتا ہے۔

خدائی افعال کا مقابلہ خدائی اقوال سے کرتے اور اس سے استدلال یا استشہاد ہوتا ہے۔

اس سے دوسرے درجہ پر یہ استدلال بھی علمی رنگ میں ہی ہوتا ہے کہ ہر سوسائٹی اور ہر گروہ کے واسطے مذہبی رنگ میں ہی نہیں بلکہ دنیوی رنگ میں بھی ایک لیڈر کی ضرورت ہے۔ فطری الہامات کے مطابق نظام مذہبی کے واسطے سب سے زیادہ روشن فطرت شخص کی ضرورت ہے اور روشن فطرت کی تخصیص اور وجوہ تخصیص کے واسطے علمی اصولوں سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ

ایک دوسرے سے محبت کرو۔ اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اُسے بار بار سمجھاؤ اور فروتنی سے کام لو۔ جب غیظ و غضب اور تند مزاجی سے کام لیا جائے تو مذہب کی ہدایات نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ زمانہ سکھا رہا ہے کہ لوگ مذہب کی تعلیم اور تصدیق علمی رنگ میں کریں۔ کیونکہ مذہب بھی ایک فلسفہ اور ایک شریف علم ہے۔ مذہب جیسے جیسے رسمی حدود سے نکلتا جائیگا ایسے ویسے اُس کی تقدیس بڑھتی جائیگی اور مختلف مذاہب کے مختلف فرقے ایک ہی پلیٹ فارم پر آتے جائینگے۔

(مرزا سلطان احمد) دانائی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

ہندو بالخصوص آریہ اخباروں اور رسالوں نے کئی مہینے سے خوب پرچار کیا تھا کہ ایک عظیم الشان انگریز کی شدھی دلی میں ہونے والی ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ شاید کوئی یورپین گورنر یا یورپ کا کوئی والیِ ملک دلی میں آکر آریہ بننے والا ہے۔ لیکن ۲۸ جنوری کو دلی میں جب یہ شدھی کی رسم ادا کیگئی تو معلوم ہوا کہ آگرہ سے ایک انگریز جو اسکاچ ہے اور ہندوستان میں سول اور ملٹری محکمونکی ملازمتوں پر مامور رہکر اب کچھ ٹوٹی حالت میں معلوم ہوتا ہے آریہ بنانیکے واسطے لایا گیا ہے۔ سیکڑوں آدمیوں کے مجمع میں صاحب بہادر کو آریہ بنایا گیا۔ اور نام مہابیر سنگھ رکھا گیا مگر دلی والوں نے عام طور پر سفید ہیر نام سے یاد کرنا مناسب خیال کیا کیونکہ کالا ہیر یا کلوا ہیر تو پہلے ہی سے ... میں کوئی مشہور شخص گذرا ہے اب اس کے جوڑ کا ایک سفید ہیر بھی ہونا چاہئے تھا۔ صاحب بہادر بوجہ سفید رنگ ہونیکے اسی اسم کے مستحق ٹھہرائے گئے۔ پنڈت رام بھجدت صاحب وکیل لاہور سے اور بھولجدت وغیرہ آگرہ سے آئے ہوئے موجود تھے۔ رام بھجدت اور اور کئی شخصوں نے اس موقع پر تقریریں کیں۔ جن کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔ "ہندو دھرم سب سے زیادہ پرانا ہے ہندوؤں کے راج پاٹ ۱۹۰۰ ابرس سے چلے آتے ہیں مسلمانوں کے مذہب کو صرف ۱۳۰۰ ابرس گذرے ہیں پہلے زمانہ میں کل آدمی ہندو تھے۔ مہابیر سنگھ جنہوں نے آریہ ہندو مذہب اختیار کیا ہے اب کوئی ان کی دی ہوئی چیزوں سے پرہیز نہ کرے انہوں نے آئندہ کے لئے توبہ کرلی ہے کہ میں گوشت نہیں کھاؤنگا اور نہ میں کسی جانور کی ہتیا کروں گا غور کرو کہ جب کوئی شخص چوری کی علت میں قید ہوتا ہے اور اپیل میں چھوٹ جاتا ہے تو پھر اس کو کوئی ملزم نہیں کہتا اس لئے یہ موقع بھی اسی کے موافق ہے کہ اب تمام برادری نے اُن کو تسلیم کرلیا ہے اور اُن کا قصور پچھلا معاف کردیا۔ ......"

بھلا کوئی پوچھے کہ ایک عیسائی کو آریہ بنانے کی تقریب پر ہندوؤں کے مذہب یا حکومت کے ۱۹۰۰ ابرس اور مسلمانوں کے مذہب کے ۱۳۰۰ ابرس سے ہونے کا بیان کرنا کیوں ضروری سمجھا گیا۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ کچھ آریہ مت کی خوبیوں کے بعد عیسائی مذہب کی تردید کیجاتی اور دلائل عیسائیوں کی بد عقیدگیاں اور بداعمالیاں ظاہر کیجاتیں تاکہ مہابیر سنگھ کے دل سے عیسائیت کا اثر اگر کچھ تھا بھی تو زائل ہو جاتا۔ لیکن وہاں تو بات ہی کچھ اور تھی نہ مہابیر سنگھ نے کامل تحقیق کے بعد آریہ مت کو قبول کیا نہ عیسائی مذہب سے ابھی بکلی قطع تعلق۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سست اکثہ خیرات را گند رو مزاج و احتیاج است احتیاج است احتیاج۔ مہابیر سنگھ کے آریہ بننے اور اس قدر جوش و خروش کی اصلیت صرف اس قدر ہے کہ صاحب بہادر نے گوشت کھانے سے توبہ کی ہے اور بس!۔ آریہ سماج کے معزز لیڈر کی تقریر کے اس فقرہ پر غور کرنا چاہئے کہ انہوں نے آئندہ کے لئے توبہ کرلی ہے کہ میں گوشت الخ۔ تو صاحب بہادر نے جو ساری عمر گوشت کھا کھا کر پرورش پائی تو اب آریہ برادری کا معاف کرنا چہ معنی دارد۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق چرند پرند کو تو انہوں نے کباب بنا بنا کر چٹ کیا اور آریوں نے سب کچھ معاف کر دیا خدا تعالیٰ کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ نے بھی اب توبہ کرنے پر معاف کر دیا ہے تو پنڈت دیانند جی (آریہ سماج ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ وہ خدا اگر گناہ معاف کرے تو اس کا انصاف قائم نہ رہے۔ ایشور کا کام گناہوں کی سزا دینا ہے نہ معاف کرنا) دراصل بات یہ ہے کہ گو پنڈت دیانند جی نے اپنی بیوقوفی یا سادہ لوحی سے گناہوں کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور اپنے مریدوں کو ایک سراپا لغو عقیدہ سکھایا مگر اُن کے مرید کیا کریں مجبور ہیں فطرت انسانی اس عقیدہ کو دھکے دے دے کر رد کر رہی ہے۔ یہ اسی فطرت کا نتیجہ ہے کہ پنڈت رام بھجدت کی زبان سے مذکورہ بالا الفاظ نکلے۔ اور اس طرح انہوں نے خود ہی اپنے پیشوا کی غلطی کا ثبوت دیا۔ نہ صرف اسی ایک موقع پر بلکہ عام طور پر کچہریوں میں جب کہ آریہ لوگ مجرم یا مدعاعلیہ کی حیثیت سے پیش ہوتے ہیں تو اُن کی کانشنس خود انکو سمجھاتی ہے کہ پنڈت دیانند جی نے کیسی غلطی کی ہے انسانی فطرت کا صحیح مطالعہ کرنے میں اُن سے کیسی بھاری فروگذاشت ہوئی ہے۔ نہ صرف فطرت انسانی کا مطالعہ کرنے میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے بلکہ وید کے سمجھنے میں بھی وہ اوروں سے

بیٹھے رہے ہیں۔ اتھرون وید میں صاف لکھا ہے
کہ خدا تعالیٰ کے ذکر سے مجرموں کے گناہ برطرف
ہوجاتے ہیں۔ اگر ہر ایک گناہ کی سزا کا ملنا ہی
ضروری ہے تو بلا سزا گناہ ہونگی برطرفی کیسی؟۔ توبہ
میں تو یاد الٰہی سب سے اعلیٰ واتم طریقہ پر ہوتی ہے
کیونکہ پشیمانی کا اثر جو خلوص اور حضور قلب پیدا
کردیتا ہے دوسری حالت میں مشکل ہے۔ مہابھارت
میں بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ "اگر کسے مرتکب
گناہے شدہ باز پشیمان گردد و تدارک آن
نماید از گناہ خلاصی یابد"۔ پنڈت دیانند جی گناہ کو
بلا سزا بے معاف کر دینے کو عدل کے خلاف قرار
دیتے ہیں اور ظلم ٹھیراتے ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم
کہ گناہ دو قسم ہوتے ہیں ایک وہ جو متعلق بہ
حق العباد ہوں دوسرے وہ جن کا تعلق صرف
خدا تعالیٰ ہی سے ہو یعنی گناہ متعلق بہ حق اللہ
اب خدا تعالیٰ اگر اپنے حقوق کو معاف کر دے
تو پنڈت جی نہیں مانتے وہ اپنی ضد پر قائم ہیں
کہ ہم خدا کو مجبور کرینگے کہ وہ ضرور ہی سزا دے
اور اپنا حق نہ چھوڑے اس کی ایسی مثال ہے کہ
زید کے ہزار روپیہ کسی شخص کے ذمہ واجب الوصول
ہیں۔ اب وہ شخص زید کے پاس آکر اپنی ناداری
کا اظہار کرتا ہے اور بہت کچھ منت سماجت کرتا
ہے کہ معاف کر دیجیگا۔ زید اس کی واقعی حالت
حالت کا اندازہ کر کے اس کو معاف کر دیتا ہے تو پنڈت
جی زید پر ناراض ہوتے ہیں کہ تو نے اپنے روپئے
کیوں معاف کر دئے۔ بھلا کوئی پنڈت جی سے
پوچھے کہ آپ کا واسطہ کیا ہے آپ کیوں اپنی
ٹانگ اڑاتے ہیں اور کیوں زید کو مجبور کرتے ہو
اس کا روپیہ تھا اس نے چاہا لیا اس نے چاہا
دیا۔ مثل مشہور ہے کہ داتا دے بھنڈاری کا
پیٹ پھٹے بھنڈاری کا۔ پنڈت جی کی تعلیم
کو صحیح مان کر دنیا میں کسی شخص کو کسی سے معافی
کی درخواست کرنیکا موقع حاصل نہیں۔ کسی مجرم

کو اپنے آقا سے انعام کی توقع رکھنی فضول اور
کسی محتاج یا تنگدست کو کسی تونگر و خوشحال سے
استعانت طلب کرنا ایک بیہودہ کام ٹھہرتا ہے
وغیرہ وغیرہ۔ پنڈت رام بھجدت صاحب چونکہ
وکالت پیشہ ہیں وہی بتائیں کہ ہندوستان میں
ہر سال کتنے ان کے ہندوستانی بھائی عدالت
کے افسروں اور مستغیثوں سے معافی مانگ
کر رہا ہوتے اور عدالت کے کمروں سے اپنی
خطاؤں کی سزا پائے بدوں باہر آتے ہیں۔ ہر
ایک اہلِ عقل غور کر سکتا ہے کہ اگر پنڈت دیانند
جی کی تعلیم پر تمام دُنیا پوری پوری عامل ہو جائے
تو کسقدر فسادات برپا ہو جائیں۔ اور لوگوں کے
اخلاق کسقدر پستی تک پہونچ جائیں۔ بے مروتی
بڑھ جائے۔ ہمدردی کافور ہو جائے۔ رشتہ داروں
کے تعلقات کی اہمیت۔ محبت اور دوستوں کی
اخوت دور ہو کر خود غرضی۔ سنگدلی اور درندگی
کا بازار گرم ہو جائے۔ پنڈت رام بھجدت صاحب نے
جو اسکاچ عیسائی کو گوشت خوری کے جرم سے
بری کرنے میں مجرم کے اپیل میں چھوٹ جانے
کی مثال دی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ جس طرح اپیل میں چھوٹ جانے والا مجرم عموماً
بیگناہ ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح اسکاچ عیسائی
بھی گویا گوشت خوری سے تائب ہو کر
التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ
بن گیا۔ یہ آریہ مہاشوں کا کام ہے۔ کہ وہ رام
بھجدت اور پنڈت دیانند دونوں میں سے
جس کو چاہیں غلطی کا مرتکب سمجھیں۔ اب مہابیر سنگھ
کی کتھا سنو۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میرے آریہ
ہونے کا پہلا سبب یہ ہے۔ کہ "ایک روز
اتفاقاً میرے والد بزرگوار کی ایک۔ پادری سے بحث
چھڑ گئی۔ بحث اس بات کی تھی۔ کہ میرے ایک
بھتیجی پیدا ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فتویٰ دیدیا
کہ اس کے جینے کی کوئی امید نہیں ہے۔ حالانکہ

وہ اب تک زندہ اور کئی بچوں کی ماں ہے۔ اس بحث
میں پادری صاحب کو ضد پڑ گئی کہ اسے بپتسمہ دیدیا
جانا چاہیئے۔ کیونکہ دلیل تھی۔ کہ اگر لڑکی بپتسمہ بغیر مرگئی
تو جنت کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوسکیگی۔
دوسری وجہ آپنے دین عیسوی کو چھوڑ کر آریہ مت
میں داخل ہونیکی یہ بیان فرمائی ہے کہ ایک دن
شکار سے واپس آتے ہوئے ایک اُلو اور ایک
گیدڑ کو بندوق کی گولی کا نشانہ بنایا تو دل میں خیال
آیا کہ شکار کھیلنا بُرا کام ہے۔ . . . . الخ
اب ان وجوہات پر اہل نظر غور کریں کہ اس اسکاچ
عیسائی نے آریہ مت کی کیا کیا خوبیاں اور
عیسائیت کی کیا کیا برائیاں دیکھکر آریہ مذہب
قبول کیا ہے اور ایسے عیسائی کا آریوں میں داخل
ہونا آریوں کے لئے کہانتک باعث فخر ہو سکتا
ہے۔ اخبار عام کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ "دہلی آریہ سماج
نے یہ ایک ایسا بڑا کام کیا ہے جو کبھی آجتک ایسا
موقع نہیں ہوا جس کو ہم بھی مبارک باد دیتے
ہیں"۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آریہ صاحبان ناراض نہ
ہوں تو میں بھی انکو مبارک دیتا ہوں۔

راقم

(اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

خریداران الحکم اپنا اپنا بقایا
بھیجکر کارخانہ کی امداد کریں۔

مینیجر